© rasailojaraid.com

کمر بستہ ہو تو حزب اقتدار میں ہو یا حزب اختلاف میں، ہر حالت میں اپنی صلاحیت کے مطابق کردار ادا کرتا رہتا ہے۔ اگر لیڈر میں صلاحیت اور ہمت کا فقدان ہو جائے تو ہر نئی آنے والی حکومت کی چھتری تلے پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف کچھ ممبر یقیناً ایسے بھی ہیں جو ایک نظریے کے تحت کسی پارٹی کے ساتھ منسلک ہو گئے اور ہر حالت میں اپنی پارٹی سے وابستگی رکھتے ہوئے اپنا کردار ادا کرتے رہتے ہیں۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ استقلال و دیانت داری کا تقاضا ہے کہ سیاسی لیڈر ہی بننا ہے تو اصولی سیاست کرے اور باوقار انداز میں کرے لوگ خود بخود ویلکم کریں گے۔

اسی لئے ہم نے انہی سطور میں ایک صوبہ بنانے یا ایسے آئینی حقوق (جس سے علاقے میں وزیروں اور مشیروں کا کھیپ بھرتی کرنا پڑتا ہے) سے اتفاق نہیں کیا تھا، کیونکہ یہ غریب علاقہ اس قسم کے تعیشات کے متحمل نہیں ہے، بلکہ ہمارا مطالبہ کشمیر کے ساتھ الحاق پر متفق نہ ہونے کی صورت میں موجودہ سسٹم کو برقرار رکھتے ہوئے وفاقی حکومت سے علاقے کی تعمیر و ترقی، تعلیم وصحت وغیرہ کے لئے زیادہ سے زیادہ فنڈ کی حصول کے لئے کوششیں کرنا، اور اس فنڈز کو خورد برد سے بچا کر بغیر کسی علاقائی و مذہبی امتیاز کے مساویانہ تقسیم کرنا وغیرہ شامل ہے۔ یہی اس علاقے کے حق میں بہترین فارمولا ہے۔

..................☆☆☆☆..................

حضرت امام ابوحنیفہ کی ذہانت

کوفہ کا ایک بدبخت سبائی حضرت عثمان ﷺ کو (نعوذ باللہ) یہودی کہتا تھا۔ امام ابوحنیفہ صاحبؒ کو پتہ چلا تو اس کے پاس آئے اور فرمایا: ''میں تمہاری لڑکی کا رشتہ مانگنے آیا ہوں۔ لڑکا حافظ قرآن ہے۔ بہت شریف، دولت مند، سخی، عبادت گزار اور خوف الٰہی سے رونے والا ہے۔'' اس نے کہا: مجھے منظور ہے۔ آپؒ نے فرمایا: ''البتہ ایک بات ہے کہ وہ **یہودی** ہے۔'' اس نے حیرت اور غصے کے عالم میں کہا: ''سبحان اللہ! آپ مجھے ایک یہودی کو داماد بنانے کے لیے کہتے ہیں؟!'' آپؒ نے فرمایا: ''تو کیا ہمارے نبی اکرم ﷺ نے اپنی دو بیٹیاں یہودی کو دی تھیں؟!!''

[حیات امام ابو حنیفہ ص:۱۱۳]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درس قرآن:

تراث رحمانی درفوائد قرآنی

محمد اسماعیل امین

﴿فَتَلَقّٰى آدَمُ مِن رَّبِّه كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيهِ اِنَّه هُوَالتَّوَّابُ الرَّحِيم ۞﴾ ''پس آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں اور اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول فرمائی بے شک وہی توبہ خوب قبول کرنے والا اور نہایت رحم والا ہے'' (البقرۃ: ۳۷)

سابقہ آیات سے ربط اور مختصر تفسیر

آدم علیہ السلام کو شیطان کے بہکاوے میں آنے کی وجہ سے جنت سے نکال کر زمین پر بسایا گیا۔ زیر تفسیر آیت میں آدم علیہ السلام کی توبہ کا ذکر ہے جس کی توفیق بھی اللہ نے دی اور اسے قبول بھی فرمالیا۔ ﴿فتلقی آدم من ربہ کلمات﴾ میں (تلقّی) تلقّی مصدر سے فعل ماضی ہے جس کے اصلی معنی شوق اور رغبت سے استقبال کرنے کے ہیں۔ یعنی آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے وحی کردہ کلمات انتہائی شوق سے قبول کیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس میں سمجھ اور فہم سے قبول کرنے کے معنی بھی شامل ہیں اور مطلق سیکھنے کو بھی کہا جاتا ہے۔

شیخ ابن العثیمین فرماتا ہے (آدم) نے ان کلمات کو اللہ سے سیکھ لیا اسے قبول کیا اور اس پر راضی بھی ہوا۔ امام ابن عطیہ نے اس کے معنی میں ایک اور قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالی نے یہ کلمات الہام کیے تو آدم اس سے مستفید ہوئے۔ (آدم) تلقی کا فاعل مرفوع ہے اور کلمات مفعول منصوب۔ اور (کلمات) کلمة کی جمع ہے۔ (کلمة) کی اصل (کلم) ہے اور یہ اثر محسوس کرنے کو کہا جاتا ہے خواہ اس کا احساس قوت سامعہ کے ذریعے سے ہو یا قوت باصرہ سے۔ قوت سامعہ سے جس کا تعلق ہو اس کو ''کلام'' کہتے ہیں اور قوت باصرہ سے متعلق اثر کو زخم کہا جاتا ہے۔ (ابن عطیہ، البغوی، القرطبی، الشوکانی، ابن العثیمین، التقریر الحاوی فی حل التفسیر البیضاوی)

مشہور قاری ابن کثیر سے آدم کے نصب اور کلمات کے رفع کے ساتھ قراءت بھی ثابت ہے۔ کلمات فاعل بن جائے گا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ کلمات نے آدم کا استقبال کیا۔ یعنی کلمات آدم کو پہنچے اور تلقی بلغ اور وصل کے معنی میں ہوگا (کلمات) فاعل ہونے کی صورت میں (تلقت) کی بجائے (تلقی) کا آنا درست ہے، کیونکہ یہاں فعل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور فاعل مؤنث کے درمیان فاصلہ واقع ہؤا ہے، جس کی مثالیں قرآن مجید اور کلام عرب میں پائی جاتی ہیں۔ بعض نے کہا: یہاں فاعل (کلمات) مؤنث غیر حقیقی ہونے کی سے فعل مذکر آیا ہے، اس صورت میں (کلمات) کے معنی (کلم) پر محمول ہوں گے (البیضاوی ، القرطبی)

امام طبری نے اجماع قراء کی دلیل پر آخری قراءت کو مرجوح قرار دیا ہے، لیکن یہ موقف قابل نظر ہے کیونکہ یہ قراءت مشہور قاری ابن کثیر سے ثابت ہے، اور معنوی لحاظ سے بھی صحیح ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

وہ کلمات جو حضرت آدم علیہ السلام کو بغرض توبہ بتلائے گئے تھے، اس میں سلف سے کئی روایات منقول ہیں جن میں مختلف اذکار وادعیہ وارد ہوئے ہیں، لیکن راجح حضرت ابن عباس وغیرہ کا قول ہے کہ یہ وہی کلمات ہیں جو قرآن مجید کی دوسری جگہ مذکور ہیں: ﴿ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین ۝﴾ (الأعراف/۲۳) اور یہ تفسیر القرآن بالقرآن ہے جو کہ تفسیر کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ حافظ ابن جریر اسی کو راجح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: جتنے اقوال ہم نے سلف سے نقل کیے ہیں سب کے معانی متفق ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کلمات کو اللہ سے بخوشی قبول فرما کر ان پر عمل کیا اور انہی کے ذریعے دل سے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے نادم ہوا اور مغفرت مانگتے ہوئے اللہ کی طرف رجوع کیا تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ لیکن الفاظ کے حوالے سے چونکہ (ربنا ظلمنا) والی دعا کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے، اس لئے اس کو سب سے مقدم سمجھا جائے گا۔ (الطبری) امام بخاری نے بھی اسی تفسیر کو امام ابوالعالیۃ سے جزم کے ساتھ معلقاً ذکر کیا ہے۔ (صحیح البخاری ، کتاب الانبیاء ، باب ذکر آدم وذریته)

مستدرک حاکم میں (کلمات) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے ایک روایت منقول ہے: ''آدم نے کہا یارب! کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا؟ اللہ نے فرمایا! ہاں، آدم نے کہا: اگر میں توبہ کروں اور اپنی حالت درست کرلوں تو مجھے دوبارہ جنت میں لوٹا دے گا؟ اللہ نے فرمایا ہاں'' (تفسیر لقمان السلفی)

﴿فتاب علیه﴾ تاب کا فاعل اللہ ہے۔ (علیه) سے مراد سے آدم علیہ السلام ہے، توبہ کے اصل معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ اللہ کی اطاعت کی طرف کرنے والے کو (عبد تواب) کہا جاتا ہے۔ (فتاب علیه) سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے آدم کو توبہ کی توفیق دی پھر اسے قبول فرمایا۔ (السعدی ، القرطبی) توبہ کے سیاق میں اللہ نے حواء علیہا السلام کے بغیر صرف آدم علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے (فتاب علیه) میں ضمیر مفرد لایا جب کہ گناہ میں

© rasailojaraid.com